بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

خلیفہ دوم امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایک منفرد مقام کے حامل ہیں۔ آپ کی شخصیت بہت سے کمالات کا گلدستہ تھی۔آپ جرأت وشجاعت، مساوات وعدالت، غیرت وحمیت، صدق واخلاص اور سوز وگداز کا آئینہ تھے۔نظم مملکت اور تدبیر سلطنت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔فن حرب وضرب میں اپنی مثال آپ تھے۔ جلوۂ الہام اور نور بصیرت تھے۔آپ کے خدوخال، فکر وخیال اور قول ومقال میں حق ہی حق رونق افروز تھا۔ختم نبوت کے نگیں جناب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت سے آپ کی سیرت کا ہر پہلو ہی پھولوں کی مہک، تاروں کی چمک اور شبنم کی دمک سے عبارت تھا، اُن میں سے آپ کا علم اور تعلیم کے ساتھ لگاؤ، قرآن وسنت کے علوم میں مہارت اور دلچسپی ایک اہم گوشہ ہے۔

آپ کے علمی مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اسی اثناء میں کہ میں محوخواب تھا، میں نے دودھ پیا یہاں تک کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سیراب ہونے کا اثر میرے ناخنوں میں جاری ہے پھر میں نے وہ دودھ عمر کو دے دیا۔صحابہ نے پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، علم۔ (بخاری ۱/۵۲۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت ابو وائل کہتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دیگر تمام لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کا پلڑا بھاری ہوجائے گا۔ (اسد الغابہ ۳/۶۵۱ دارالفکر، تاریخ الخلفاء: ۱۲۰ میر محمد کتب خانہ کراچی، سیر اعلام النبلاء ۲/۵۲۰ دارالفکر)

حضرت ابو وائل نے حضرت ابراہیم نخعی سے اس بات کا تذکرہ کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے اچھے انداز میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔اس پر حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس سے بھی بڑی بات کی ہے۔حضرت ابو وائل نے پوچھا، وہ کیا ہے؟ تو حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تھا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا، علم کے دس حصوں میں سے نو حصے دنیا سے چلے گئے۔ (اسد الغابہ ۳/۶۵۱، تاریخ الخلفاء: ۱۲۰)

بڑے بڑے اہم مسائل کا علم آپ کے پاس محفوظ تھا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک مرتبہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے پریشان بیٹھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا، اے طلحہ! آپ غمگین کیوں ہیں؟ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا، میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جو شخص بھی موت کے وقت وہ پڑھ لے گا اس کی روح کو جسم سے نکلتے ہوئے آسانی ہوگی اور وہ کلمہ قیامت کے دن اس کیلئے نور بن جائے گا۔ لیکن اس کلمہ کے بارے میں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کر سکا اور نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی۔

آج میں اس وجہ سے غمگین اور اُداس ہوں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، میں وہ کلمہ جانتا ہوں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا پس اللہ تعالیٰ کیلئے حمد ہے وہ کلمہ کون سا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ کلمہ وہی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے کہا تھا یعنی لا الہ الا اللہ۔ اس پر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم نے سچ کہا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے کہا ہے کہ آپ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ۵۳۹ احادیث مروی ہیں۔ (تاریخ الخلفاء ۱۰۹، میر محمد کراچی)

ابن کثیر نے جامع المسانید والسنن کی جلد نمبر ۱۸ میں آپ سے ۱۵۵۴ احادیث روایت کی ہیں۔ (جامع المسانید والسنن لابن کثیر، ج ۱۸)

اور اس جلد کا نام مسند عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رکھا ہے۔ جہاں تک قرآن مجید کے علوم و معارف سے واقفیت کا تعلق ہے اور تعلم سے دلچسپی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ بقرہ بارہ سال میں پڑھی جب آپ نے یہ سورت ختم کی تو اونٹ ذبح کیا۔ (الجامع الاحکام القرآن للقرطبی ۱/۳۵۔ سیر اعلام النبلاء ۲/۵۲۰)

ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اُمت کے محدث تھے جن کی زبان پہ حق بولتا تھا اور عربی جن کی مادری زبان تھی انہیں سورۂ بقرہ کے تلفظ اور معانی سے کوئی دوری نہیں تھی وہ علوم و معارض کے کوئی اور جہاں تھے، جن کیلئے انہوں نے صرف بقرہ کی فضاء میں بارہ سال تک پرواز کی۔

حضرت قبیصہ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، خدا کی قسم! میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کوئی کتاب اللہ کو پڑھنے والا، دین کو سمجھنے والا، حدود اللہ کو قائم کرنے والا، لوگوں کے سینوں میں ہیبت والا نہیں دیکھا۔ (اسد الغابہ ۳/۶۵۱ دار الفکر)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا، ناسخ منسوخ کون جانتا ہے؟ آپ نے کہا، حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔
(شرح السنۃ للبغوی ۱/۲۰۸ دار الفکر)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبلغ علمی اصابت فکر اور صلابت رائے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی سوچ نے متعدد مرتبہ وحی سے موافقت کی۔ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان ۱۹ مقامات کی تفصیل رقم کی ہے، جہاں آپ کی رائے نے قرآن مجید کی آیات سے موافقت کی۔ پہلے آپ ایک تجویز پیش کرتے پھر ویسے ہی آیت کا نزول ہو جاتا۔ دو مقامات ایسے ذکر کئے جہاں آپ کی رائے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سے موافقت پر واقع ہوئی۔ یعنی پہلے آپ کی تجویز تھی پھر وہی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان تھا اور امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مقام ایسا بھی ذکر کیا، جہاں آپ کی رائے تورات کے موافق ٹھہری۔ جب حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ہلاکت ہے زمین کے بادشاہ کی آسمان کے حاکم سے اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مگر جس نے اپنے آپ کا محاسبہ کیا تو حضرت کعب نے کہا مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے تورات میں ایسے ہی ہے آپ نے اسی طرح کہا ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدے میں گر پڑے۔ (تاریخ الخلفاء ۱۳۴-۱۳۵ میر محمد کتب خانہ کراچی)

تحصیل علم اور تحقیق مسائل کی تڑپ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم وحکمت کے نکتۂ عروج پر ہونے کے باوجود مختلف مسائل پر موارد علم کی طرف متوجہ ہوتے رہے، جب بھی کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا تو کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر لیتے، ان سے سوال کرتے یہاں تک عمر وعلم میں چھوٹے صحابہ سے بھی سوال کرنے میں نہ جھجکتے۔ آپ کا علمی مجالس منعقد کرنا اس قدر مشہور ہو چکا تھا اور آپ کا معمول بن چکا تھا کہ حضرت ابوالحصین مفتیان کو مخاطب کر کے کہنے لگے، تم لوگ ایک مسئلہ پر اکیلے فتویٰ دے دیتے ہو کہ اگر یہی مسئلہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پیش کیا جاتا تو آپ تمام بدری صحابہ کو اس کی تحقیق کیلئے اکٹھا کر لیتے۔ (شرح السنۃ ۲۰۹/۱ دار الفکر بیروت)

سفر وحضر میں آپ کی تحقیق کا کارواں جاری رہتا اور علم کی پیاس بجھانے کیلئے ہر وقت سرگرداں رہتے، اہم دینی احکام ومسائل تو اپنی جگہ پر رہے آپکے سوالات کا سلسلہ کہیں وسیع تھا۔ اس سلسلے میں بندہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ذکر کرتا ہے آپ کہتے ہیں، مکہ شریف کے راستے میں لوگوں کو آندھی نے لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کرنے جا رہے تھے، آندھی بہت تیز ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اُن کے اردگرد لوگ تھے ان سے سوال کیا کہ یہ ہوا کیا ہے؟ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کے بارے میں پتا چلا۔ میں نے اپنی سواری تیز کی یہاں تک کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملا۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! مجھے پتا چلا ہے آپ نے ہوا کے بارے میں سوال کیا ہے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، ہوا اصل میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے، یہ کبھی رحمت لاتی ہے اور کبھی عذاب، تم اس کو گالی نہ دو، اللہ تعالیٰ سے اس کے خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔ (المستدرک للحاکم ۳۰۶/۵ دار المعرفۃ بیروت)

اس سلسلے میں آپ کو کوئی حیاء بھی آڑے نہیں آتی تھی۔ مخصوص اُمور کے بارے میں ان کے متعلقین سے پوچھتے۔ ایک مرتبہ آپ رات کو مدینہ شریف میں گشت کر رہے تھے تو گھر سے ایک عورت کی آواز آ رہی تھی آپ نے سنا تو اشعار پڑھ رہی تھی جن میں اس کے اپنے خاوند سے فراق کا ذکر تھا۔ ابن جریج نے روایت کیا ہے کہ آپ نے اس عورت سے پوچھا، تیرا مسئلہ کیا ہے؟ اس نے کہا، آپ نے میرے شوہر کو کئی مہینوں سے محاذ جنگ پر بھیج رکھا ہے اور میں اس کیلئے بے چین ہوں۔ آپ نے اس سے کہا یہ اچھی بات نہیں ہے۔ اس نے کہا معاذ اللہ۔ آپ نے کہا تو صبر کر، میں اس کی طرف پیغام بھیجتا ہوں اور بلا بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اس امر کی تحقیق کا ارادہ کیا۔ روایت میں ہے، پھر آپ (اپنی صاحبزادی) حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور انہیں کہا میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے والا ہوں، جس نے مجھے بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ آپ میری یہ مشکل حل کر دیں۔ سوال یہ ہے کہ عورت کتنی مدت تک اپنے خاوند سے صبر کر سکتی ہے؟ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا سر جھکا دیا اور شرمانے لگیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیاء نہیں کرتا تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا، تین مہینے یا پھر چار مہینے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جرنیلوں کی طرف لکھ بھیجا کہ لشکروں کو چار مہینے سے زائد نہ روکا جائے۔ (تاریخ الخلفاء ۱۴۲)

آپ اپنے ذاتی مسائل کے حل کیلئے بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرما لیتے تھے۔ حضرت ابوامامہ بن سہل سے روایت ہے آپ نے فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مدت تک بیت المال سے کچھ کھائے بغیر اُمورِ خلافت سرانجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے ہاں غربت آ گئی۔ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کو بلا بھیجا اور ان سے مشورہ کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ میں نے اپنے تمام اوقات اُمورِ خلافت میں لگا دیئے ہیں تو میں بیت المال سے کیا وظیفہ لے سکتا ہوں؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، صبح کا اور رات کا کھانا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی پر عمل کیا۔

تحصیل علم کی اس گہرائی کی بنیاد پر آپ نے صرف سورۂ بقرہ میں بارہ سال لگا دیئے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مطلقہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کو عدت کے دوران رہائش دینا اس کے طلاق دینے والے خاوند پر ضروری ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا ضروری ہے تو اس پر کسی شخص نے کہا کہ فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ مجھے زوج نے طلاق بائن دی مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، تیرے لئے خاوند پر نفقہ ضروری ہے نہ رہائش۔ یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا، ہم ایک عورت کی بات پر اپنے ربّ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو ترک نہیں کر سکتے، ہوسکتا ہے کہ اس عورت نے جھوٹ بولا ہو، ادھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے تم ایسی عورتوں کو گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ نکلیں۔ (شرح معانی الاثار ۲/۴۰ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ایک روایت میں یوں ہے: لعلها اوهمت کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہوسکتا ہے اس عورت کو اس بات کا وہم ڈالا گیا ہو۔ (احکام القرآن للجصاص ۳/۴۶۰ سہیل اکیڈمی لاہور)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ علمی کمال تھا کہ اگر حق دوسرے آدمی کی بات میں نظر آیا ہے تو آپ نے فوراً اس کی بات کو قبول کرلیا آپ کے سامنے امیر المومنین کا منصب اور محدث اُمت ہونے کا شرف ذرّہ بھی رُکاوٹ نہیں بن سکا۔ آپ جہاں دیگر فیصلوں میں عدالت کے علمبردار تھے، علمی تقاضوں میں بھی عدالت کے امین تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے عوام کے ہر فرد کو دلیل کی بناء پر حق مخالفت، حق اعتراض عطا کر رکھا تھا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اگر معترض کی بات غلط تھی تو اسے آہنی دلائل سے ردّ کر دیا لیکن اگر اس کی بات دُرست ہوتی تو تسلیم کرلیتے۔ ایک مرتبہ آپ منبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خطاب فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ نکاح کے وقت عورتوں کو زیادہ حق مہر نہ دیا کرو، زیادہ سے زیادہ بھی دو تو چار سو دِرہم سے زائد نہ ہو، اگر زائد ہوا تو میں بیت المال میں جمع کرلوں گا۔ کس قدر عوام کو امیر المومنین سے وضاحت طلب کرنے کا حق تھا؟ جوں ہی آپ منبر سے نیچے اُترے تو قریش کی ایک چپٹی ناک والی عورت نے آپ کو روک لیا۔ اس نے کہا، اے امیر المومنین! کیا آپ نے لوگوں کو منع کیا ہے کہ وہ چار سو درہم سے زائد حق مہر نہ دیں۔ آپ نے جواب دیا ہاں۔ اس عورت نے کہا، کیا آپ نے وہ نہیں سنا جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل کیا ہے؟ آپ نے کہا کیا؟ اس عورت نے کہا، آپ نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، تم اس بیوی کو ڈھیروں مال دے چکے ہو (یعنی بصورت حق مہر) اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے اللہ! عمر کو بخش دے ہر کوئی ہی عمر سے زیادہ فقیہ ہے پھر آپ لوٹے اور منبر پر جلوہ گر ہوئے۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! میں تمہیں چار سو دِرہم سے زائد حق مہر دینے سے منع کرتا تھا لیکن اب تم سے جو چاہے اپنے مال سے جتنا چاہے حق مہر دے۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۴۷۸ مکتبہ حقانیہ پشاور)

ایک روایت میں ہے آپ نے اس موقع پر فرمایا، عورت نے دُرست کہا اور مرد نے غلطی کی۔

علم کی قدر و منزلت

آپ کے ہاں علم اور اہل علم کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے علم کی بناء پر اصاغر کو اکابر پر ترجیح دی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راویت ہے۔ آپ کہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے بدری شیوخ کے ساتھ داخل کرلیتے تھے۔ ان میں سے بعض (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ سے کہا (اہم مجالس کے ضوابط کی وجہ سے) اس نوجوان کو ہمارے ساتھ کیوں بٹھالیتے ہو؟ ان جیسے تو ہمارے بیٹے بھی ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یہ ان میں سے ہیں جنہیں تم جانتے ہو۔ (بخاری ۲/ ۶۱۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ایک روایت میں ہے آپ نے کہا، یہ وہ ہے جسے تم جانتے ہو۔ (بخاری ۲/ ۷۴۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان کو ساتھ بٹھانے کی وجہ ظاہر ہے، یہ بھی وجہ ہوسکتی ہے آپ نے فرمایا ہو سوتم جانتے ہو کہ یہ وہ ہیں جن کیلئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے 'اے اللہ! انہیں دین کی سمجھ عطا فرما' کی دعا فرمائی تھی یا یہ مقصد تھا کہ ان کے علم وفضل اور ذہانت کے لحاظ سے انہیں بڑوں کے ساتھ بٹھایا جاتا ہے۔ یہ وجہ زیادہ راجح ہے اگرچہ سب سے پہلی وجہ بھی بڑی جامع ہے۔ اس کی ایک وجہ ترجیح یہ ہے کہ اسی حدیث شریف کے دوسرے طریق میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا وجہ یہ ہے، ان کی زبان زیادہ سوال کرنے والی ہے اور دل زیادہ سمجھنے والا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم تر علمی ذوق کی بنیاد پر آپ ان کی ان صلاحیتوں کی وجہ سے کبار بدری صحابہ کے ساتھ بٹھالیتے تھے بلکہ ایک روایت میں تو یہ ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریب کرلیتے تھے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکور بات کہی۔ (بخاری ۲/ ۶۳۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن ان کبار بدری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بٹھا کر علم کے لحاظ سے آپ کی فضیلت ان کیلئے واضح کردی۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے کہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن آپ کو بلایا پس آپ کو ان کبار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ بٹھایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں اس دن کے بارے میں میری یہی رائے ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اس لئے بلایا کہ ان کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو میری فضیلت دکھائیں۔ آپ نے ان سے مخاطب ہوتے ہوئے سوال کیا **اذا جاء نصر الله والفتح** کے قول ایزدی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ (یعنی اس شرط کی جزا کیا ہے) بعض نے کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے جب ہماری مدد کی جائے اور ہمیں فتح دی جائے تو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں اور بعض نے جواب دینے سے سکوت اختیار کیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا، ابن عباس کیا تمہاری بھی یہی رائے ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دنیا سے رحلت فرمانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا علم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جب تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے گی تو اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ آپ کے وصال کی علامت ہے پس اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں وہ رجوع برحمت فرمانے والا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں اس کے بارے میں یہی جانتا ہوں۔ (بخاری ۲/ ۷۴۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام بغوی نے باب **طرح المسئالة على الاصحاب ليختبرما عندهم من الا لعلم** (آدمی کا اپنے دوستوں سے سوال کرنا تاکہ جانے کہ ان کے پاس کتنا علم ہے کے بارے میں باب) کے تحت اس حدیث شریف کو نقل کیا ہے۔ اس سے قبل انہوں نے یہ لکھا ہے، آدمی کیلئے یہ مکروہ ہے کہ وہ بغیر ضرورت کے سوال کا تکلف کرے ہاں اگر ضرورت ہو تو پھر سوال میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب کچھ لوگوں پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان کرنا چاہی تو ان سے سوال کیا۔

بہر حال یہ سارا عمل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی ذوق کا آئینہ دار ہے۔

آپ کے ہاں علم کی قدر و منزلت کا اندازہ اس حدیث شریف سے لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کو اکثر روایت کیا کرتے تھے وہ حدیث شریف یہ ہے:۔

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور مسلمان اس کی طرح ہے مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگ صحراء کے درختوں میں سوچ بچار کرنے لگے۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ وہ درخت کھجور ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں مجھے حیاء آ گئی (میں نے دل میں آنے والے اس جواب کا اظہار نہ کیا) صحابہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ بتا دیں وہ کون سا درخت ہے؟ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ کھجور کا درخت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جو کچھ میرے دل میں آیا تھا میں نے اس کا تذکرہ اپنے ابا جان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا۔ انہوں نے کہا، اگر آپ یہ بات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بتا دیتے تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند تھا۔ (بخاری ۱/۲۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام بدرالدین عینی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے، ابن بطال نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمنا سے کہ ان کا بیٹا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوال کا وہ جواب دے دیتا جو اس کے دل میں آ گیا تھا یہ ثابت ہوا کہ آدمی کیلئے یہ جائز ہے کہ اس کو یہ حرص ہو کہ اس کا بیٹا علمی طور پر شیوخ پر اُجاگر ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسے موقعہ پر وہ شخص خوشی کا اظہار کرے۔ بعض نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کی تمنا اس لئے کی کہ بیٹے کے دُرست جواب سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہو جاتے اور اس کیلئے دعا فرماتے۔ (عمدۃ القاری ۲/۳۰۲ دارالفکر بیروت)

آخری دم تک ذوق علمی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا زخم بڑے گہرے تھے آپ بستر شہادت پر پڑے ہوئے تھے آپ کو دودھ پلایا گیا تو اسی طرح پیٹ کے زخموں سے باہر آ گیا۔ لوگوں کو یقین ہوگیا اب امیرلمومنین چند لمحے ہی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ مختلف وفود آنے لگے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خراج تحسین پیش کرنے لگے اتنے میں ایک نوجوان بھی آیا اور کلمات تحسین کہنے لگا۔ بخاری شریف میں ہے، جب اس نے پیٹھ پھیری تو اس کا تہبند زمین کو چھو رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس لڑکے کو میری طرف بلاؤ۔ آپ نے کہا، اے بھتیجے! اپنا کپڑا اوپر کرو کیونکہ یہ عمل تمہارے کپڑے کیلئے زیادہ صفائی والا ہے اور تمہارے رب کیلئے زیادہ تقویٰ والا ہے۔ تادم وصال آپ نے تعلیمی اور تبلیغی فریضہ بھی دیگر فرائض کی طرح سرانجام دیا۔

(بخاری شریف ۱/ ۵۲۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)